قسط سیزدھم [۱۳]:-

میر کا سیاسی اور سماجی ماحول

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب، استاذ جامعہ ملّیہ اسلامیہ نئی دہلی

گزشتہ سے پیوستہ

مصحف آرسی کی رسم

دکھا مصحف اور آرسی کو نکال ؛ دھرا بیچ میں سر پہ آنچل کو ڈال [۱]

اب دلہن کے گھر کا منظر ملاحظہ ہو

اِدھر کا تو یہ رنگ تھا اور یہ راگ ؛ محل میں اُدھر گھوڑیاں [۲] اور سہاگ
وہ گہرسی شادی مبارک وہ ڈھول ؛ وہ ٹونے [۳] سلونے وہ میٹھے سے بول
اُترنے کی واں سمدھنوں کی پھبن ؛ کھلیں پھول جیسے چمن در چمن
گلوں میں پہنانا وہ ہنس ہنس کے ہار ؛ سٹا سٹ وہ پھولوں کی چھڑیوں کی مار
دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ ؛ وہ آپس کی رسمیں وہ آپس کے چاؤ
قہاقے [۴] ہنسی شور و غل تالیاں ؛ سہانی سہانی نئی گالیاں [۵]

---

[۱] برائے تفصیل مجموعہ مثنویات میر حسن دہلوی۔ ص ۱۲۶ [۲] گھوڑیاں ایک قسم کا گیت جو عورتیں شادی وبیاہ کے موقع پر گاتی ہیں۔ [۳] ٹونے سلونے ایک قسم کے گیت جو مراسنیں، شادی میں گاتی ہیں اور وہ فحش بھی ہوتے ہیں۔ [۴] قہقہے [۵] مجموعہ مثنویات میر حسن دہلوی۔ ص ۱۲۵

دولہن کا لباس وغیرہ

عروسی وہ گہنا وہ سوہا[1] لباس ✤ وہ مہندی سوہانی وہ پھولوں کی باس
ملا سُرخ جوڑے پہ عطر وہ سہاگ ✤ کھُلے مل کے آپس میں دونوں کے بھاگ[2]

رخصتی | رخصتی کے وقت دولہا یا دولہن کا بڑا بھائی دلہن کو اپنی گود میں اُٹھا کر چنڈول پر سوار کرتا اور دولہا گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوتا، اس کی سواری کے پیچھے پیچھے وہ چنڈول ہوتا جس پر دلہن سوار کی جاتی تھی، دولہا کے گھر والے اس چنڈول پر بطور نچھاور روپے پیسے پھینکتے اور بڑی شان و شوکت سے برات واپس آتی[3] بعد ازیں شب عروسی کے بعد دولہا کے گھر ولیمہ کا کھانا ہوتا،[4] اس ضیافت میں اہلِ ثروت دل کھول کر خرچ کرتے تھے، اپنے لڑکوں کی شادی کے موقع پر مہابت جنگ نے بہت لذیذ اور قیمتی کھانے پکوائے اور ایک ضیافت کا سلسلہ ایک ماہ تک چلتا رہا۔ ایک تودہ کی لاگت پچیس ۲۵ روپے تھی اور اسی طرح کے ہزاروں تورے تقسیم کئے گئے تھے[5] شادی کی رسموں میں آخری رسم چوتھی کی ہوتی تھی، اس دن دولہن کو سسرال سے پہلی بار میکے لایا جاتا تھا[6]

مختصر یہ کہ اس دور میں اپنے جاہ و جلال کی نمائش کے لئے امراء بہت فضول خرچی کرتے تھے۔ مثلاً شجاع الدولہ کی شادی میں ساٹھ لاکھ روپے صرف کئے گئے تھے[7] آصف الدولہ نے اپنے متبنّیٰ وزیر علی خاں کی شادی میں پچاس لاکھ روپے خرچ کئے تھے[8] اس کا اثر یہ تھا کہ متوسط اور نچلے طبقے کے لوگ بھی اسراف کی وجہ سے مقروض ہو جاتے تھے۔

لباس (۱) مردانہ

(الف) بادشاہ اور امراء کے لباس | اس دور میں طبقۂ "امراء اور اشراف" اپنے لباس میں بہت

---

[1] سوہا۔ سُرخ۔ [2] مجموعۂ مثنویات میر حسن دہلوی۔ ص ۱۲۶ [3] مجموعہ مثنویات میر حسن دہلوی۔ ص ۱۲۸، ۱۲۹۔ [4] صوبہ دار بنگال۔ [5] سیر المتاخرین (فارسی) حصہ دوم ص ۵۵۲۔ برائے طعام ولیمہ ملاحظہ ہو۔ مثنوی میر عبد الجلیل بلگرامی (قلمی) ص ۴۰ (الف و ب) [6] مجموعہ مثنویات میر حسن دہلوی ص ۱۲۸ [7] تاریخ مظفری (قلمی) حصہ دوم۔ ص ۲۸ ب [8] واقعات اظفری (اردو ترجمہ) ص ۸۸۔

اہتمام کرتے تھے، عام طور سے ریشم، مخمل اور کمخواب استعمال ہوتا تھا، اکبر بادشاہ کے عہد میں شاہانہ لباسوں میں یہ نام تاریخوں میں ملتے ہیں، ٹکوچیہ، پیشواز، دوتاہی، شاہ اجیدہ، سوزنی، قلمی قبا، گدر- فرجی، فرگل، چکمن، شلوار، ان میں سے ہر ایک جامہ مختلف شکل کا ہوتا تھا، علاوہ ازیں رومال، دستار، تہمد اور دوپٹہ وغیرہ بھی لباس میں شامل تھے۔[1] شاہ جہاں بادشاہ کے عہد تک یہی لباس استعمال ہوتے تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ اُس کے لباس بہت قیمتی اور بھڑکیلے ہوتے تھے۔[2] اورنگ زیب اپنے مذہبی عقائد کی وجہ سے بھڑکیلے کپڑے نہیں پہنتا تھا۔ ایک سادی پگڑی، اور کمربند (دوپٹہ) اس کا معمولی لباس تھا اور کندھے پر ایک معمولی کشمیری شال ڈال لیتا تھا۔[3] شاہ جہاں اور اورنگ زیب نے موزوں اور دستانوں کا استعمال بھی ترک کردیا تھا۔[4]

مگر اٹھارھویں صدی میں شاہانِ مغلیہ نے پھر فضول خرچی اور عیاشی سے لباس میں بہت تکلف شروع کردیا تھا۔ اس زمانے کے بادشاہوں کے لباس میں چیرہ یا دستار، جامہ، کمربند، گیگھیا، اور جوتے شامل تھے۔[5] یہ لباس بہت رنگین اور پُر تکلف ہوتے تھے، اُن کے آستینوں پر سنہری کام ہوتا تھا۔[6]

محمد شاہ بادشاہ کو زنانہ لباس زیب تن کرنے کا بہت شوق تھا، وہ زنانی پیشواز اور جوتیاں پہنا کرتا تھا۔[7] شاہی خاندان کے شہزادے بھی یہی لباس پہنتے تھے، یعنی پیراہن، پائجامہ، پگڑی اور جامہ، مگر اٹھارہویں صدی کے نصف آخر کے بادشاہ اور شہزادے اپنے آباواجداد کی طرح بہت

---

[1] ان لباسوں کی بناوٹ وضع قطع اور اُن کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، آئینِ اکبری (اُردو ترجمہ) ج اول، ص ۱۶۹ تا ۱۷۲

[2] SOIEETY AND CULTURE IN MUGHAL AGE P.4

[3] منوچی - ج ۴ - تصویر نمبر ۱۳ - نیز برنیر- ص ۹۸ [4] برنیر- ۹۸ - [5] خزانۂ عامرہ - ص ۳۵۵ تا ۳۵۶ نیز مثنوی میر عبدالجلیل واسطی بلگرامی - حدیقۃ الاقالیم --- ص ۴۴ - مجمع الاخبار (قلمی) ص ۴۵۳ (الف)

[6] خزانۂ عامرہ - ص ۳۵۵ -

[7] تاریخ شاکر خانی (قلمی) ص ۷۶ -

قیمتی اور بھڑکیلے لباس نہیں پہن سکتے تھے[1] کیوں کہ اُن کی اقتصادی زبوں حالی اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی۔

امراء کا لباس مغل امراء اپنی طرزِ معاشرت میں بادشاہوں کے نقشِ قدم پر تھے[2] ٹوننگ، اودھ کے نواب آصف الدولہ کے بھڑکیلے اور قیمتی لباس کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا تھا[3] کلاہ کے ساتھ نواب سر پر پگڑی باندھے ہوئے تھا اور کاندھے پر شال پڑی تھی، پیر میں جڑاؤ جوتی تھی[4] قبا۔ پائجامہ اور جامہ بھی امراء پہنتے تھے۔ انند رام مخلص نے لکھا ہے کہ جاڑے کے موسم میں امراء نیم آستین کا استعمال کرتے تھے جس کے کالر پر لومڑی کی کھال مع بالوں کے لگی ہوتی تھی[5] اہلِ ثروت سنہری کام کی جڑاؤ جوتیاں پہنتے تھے، عام جوتیوں سے اُن کا وزن بہت کم ہوتا تھا، اور اس وجہ سے صرف قالینوں پر چلنے کے کام آسکتی تھیں[6] ایک امیر کا پورا لباس، جامہ، انگتی، دستار، کمر بند پر مشتمل تھا[7]

عوام کا لباس ڈیلا ویلا پیٹرو کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عوام صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے[8] لیکن اٹھارھویں صدی میں اقتصادی بدحالی کی وجہ سے ان کے لباس میں بڑی تبدیلی واقع ہو گئی تھی۔ اس زمانے کے عوام کا لباس بہت سادہ ہوتا تھا، ٹوننگ دہلی کے باشندوں کے لباس کا بہت اچھا نقشہ پیش کرتا ہے۔

"زیادہ تر لوگ ٹخنوں سے ذرا نیچے تک ایک لمبا سفید لباس پہنے ہوئے اور ایک سوتی

---

[1] شاہ عالم ثانی کا لڑکا اور ولی عہد اکبر ثانی پائجامہ کی بجائے جانگھیہ، کمر بند کی جگہ لنگی، سر پر ایک اونی پگڑی، اور کلاہ کے مانند ایک ٹوپی اور کندھوں پر ایک شال ڈالا کرتا تھا، شہزادوں کے لباس اور زیورات کیلئے ملاحظہ ہو، مجموعۂ مثنویات میر حسن دہلوی۔ ص ۳۶

[2] اس سلسلے میں برنیر کا بیان ملاحظہ ہو۔ برنیر۔ ص ۲۲۴۔

[3] TRAVELS IN INDIA : TWINNIUG P. 167

[4] TRAVELS IN INDIA : TWINNIUG P. 278 [5] مرأة الاصطلاح (قلمی) ص ۱۸۸ (الف)

[6] TRAVELS INDIA : TWINNIUG = P. 231 [7] حدیقۃ الاقالیم۔ ص ۴۴ - ۴۵

[8] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ ڈیلا ویلا پیٹرو۔ ج اول۔ ص ۴۳ - ۴۴

کمر بند باندھے ہوئے تھے، بہت سے لوگ روئی کے کپڑے بھی پہنے ہوئے تھے کیوں کہ سردی کا موسم آ پہنچا تھا، حالاں کہ لوگوں کے لباس اور پگڑی کا رنگ عام طور سے سفید تھا، کچھ لوگ رنگ برنگ اور طرح طرح کی چھینٹ بھی لباس کے لئے استعمال کرتے تھے[1]

نیمہ، کرتہ، قبا بھی اس دور میں عوام کا لباس تھا، یہ بدھیوں سے باندھا جاتا تھا، یہ بدھیاں ہندوستان میں دائیں طرف باندھی جاتی تھیں۔ جاڑوں میں مرزائی پہنی جاتی تھی[2]

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے مسلمان عام طور پر نوکری کرتے اور سپاہی پیشہ ہوتے تھے اور علاوہ ازیں اٹھارہویں صدی میں نظام سلطنت کے درہم برہم ہو جانے کی وجہ سے ہر وقت جان و مال کا خطرہ رہتا تھا۔ جیسا کہ سودا نے لکھا ہے:

بزم میں شب ہر ایک پیر و جواں ؛ بیٹھے ہیں کر کے رزم کا ساماں[3]

ٹوننگ نے دہلی کے لوگوں کو عام طور پر ہتھیار لے کر باہر نکلتے دیکھا تھا، اور وہ لکھتا ہے کہ یہی فوجی منظر شمالی ہندوستان کے دوسرے شہروں میں بھی دیکھنے میں آتا ہے[4] رومال کا استعمال بہت عام تھا[5]

مسلمان اپنے لباس کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے، انند رام مخلص نے ایک مسلمان کا حلیہ اس طرح پیش کیا ہے:

"کپڑے ایسے تنگ اور بدن سے چپکے ہوئے کہ کمر چین سینے کے قریب تک چڑھ جاتی تھی اُس پر ایک ایک پیچ کا چیرہ۔ کمر بند اتنا طویل کہ لپٹتے لپٹتے بغل تک پہنچتا ہے، اس میں

---

[1] TRAVELS IN INDIA – TWINNIUG : P. 241 [2] نکات الشعراء۔ ص ۶ تذکرۂ گلزارِ ابراہیم (ق) ص ۱۶۴ (الف) - کارنامۂ عشق (قلمی) ص ۱۱ (الف)

[3] کلیاتِ سودا (نول کشور) ص ۳۸۰ - میر نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔

پاؤں پر سے اپنے میرا سر اٹھانے مت جھکو ؛ تیغ باندھی ہے میاں تم نے کمر میں خوش غلاف

[4] TRAVELS IN INDIA – TWINNIUG P. 242

[5] کلیاتِ سودا۔ ص ۱۶۴ - کلیاتِ انشا۔ ص ۴۶

حکیم خانی کٹارا۔ وہ بھی اتنا لمبا کہ اس کی نوک ٹھوڑی سے جالے، ہاتھ میں سادہ رنگین یا منقوش چھڑی بھی ہوتی تھی، نادر شاہ کے حملے کے بعد ایرانیوں کی تقلید میں "چوب مختصر بشکلِ چماق" (ڈنڈا) جس کا سرا چوگان کی طرح خمدار ہوتا تھا، عوام و خواص سب کے ہاتھ میں نظر آنے لگی، اس زمانے میں یہ "کھنڈی" کے نام سے مشہور تھی، اس کی تزئین میں بھی لوگ کافی نفاست برتتے اور اس پر بہت روپیہ صرف کرتے تھے، چنانچہ دولتمندوں کی "کھنڈی" سونے چاندی سے لدی ہوتی تھی" [1]

میر جس لباس میں لکھنؤ پہونچے تھے، اُس لباس سے دلی والوں کا حلیہ سامنے آجاتا ہے۔ اُن کی وضع قدیمانہ، کھڑکی دار پگڑی، پچاس گز کے گھیر کا جامہ ایک پورا تھان پستولئے کا کمر سے بندھا ایک رومال پٹری دار تہ کیا ہوا۔ اس میں آویزاں مشروع کا پاجامہ، جس کی عرض کے پائینچے، ناگ پھنی کی انی دار جوتی، جس کی ڈیڑھ بالشت اونچی نوک، کمر میں ایک طرف سیف یعنی سیدھی تلوار، دوسری طرف کٹار، ہاتھ میں جریب۔ [2]

سپاہیوں کا لباس | سپاہیوں کا لباس۔ انگرکھا، سفید پاجامہ اور ایک اونچی ٹوپی (کلاہ) تھا، وہ جُبّہ بھی پہنتے تھے۔ [3]

میر کے ذیل کے اشعار میں اسی زمانے کے مردانے لباس پر روشنی پڑتی ہے، ملاحظہ ہوں:-

شال	سرد مہری کی بسکہ گلرو نے	اوڑھی ابرِ بہار نے شال
رومال	دیدۂ تر پہ شب رکھا تھا میر	لکۂ ابر ہے میرا رومال
	جب رونے بیٹھتا ہوں تب کیا کسر رہے ہے	رومال دو دو دن تک جوں ابر تر رہے ہے
	میر یہ کیا رونا ہے جس سے آنکھوں پر رومال رکھا	دامن کے ہر پاٹ کو لینے گریۂ وزاری سے دریا کیا
جامہ	کیا تجھ کو بھی جنوں تھا کہ جامے میں تیرے میر	سب کچھ بچا ہے ایک گریبان ہی نہیں

[1] مراۃ الاصطلاح - سفرنامہ انند رام مخلص - ص ۱۹

[2] آب حیات (لکھنؤ ایڈیشن) ص ۲۵۱ — [3] نالۂ عندلیب - ص ۴۱۱

آلودہ کرنہ مستی سے جامہ کو جسم کے ؛ ہشیار رہ یہ عاریتی ہے لباسِ پاس
کیا لطف تن چھپا ہے مرے تنگ پوش کا ؛ اُگلا پڑے ہے جامے سے اس کا بدن تمام

پگڑی یا دستار

یار کے بالوں کا بندھنا قہر ہے پگڑی کے ساتھ ؛ ایک عالم دوستاں اس پیچ میں مارا گیا
اگلے کیا پیچ تمہارے نہ تھے بس عاشق کو ؛ بال جو اور گھرنے لگے دستار کے بیچ
کیوں سر چڑھے ہے ناحق ہم بخت سیاہوں کے ؛ مت پیچ میں پگڑی کے بالوں کو گھرس ظالم
قبا | سو عقدے فرطِ شوق سے پیش آئے دل کو یاں ؛ واں بند اس قبا کے نہیں ہوتے وا ہنوز
گل پیرہن نہ چاک کریں کیوں کہ رشک سے ؛ کس مرتبے میں شوخ ہے اس کی قبا کا رنگ
کُلاہ | سرِ گُل نے اُٹھایا تھا اس باغ میں سو دیکھا ؛ کیا ناز سے یاں کوئی کج کر کے کُلہ بیٹھے

لباس (۲) زنانہ

اٹھارہویں صدی کی عورتیں سر کو دوپٹہ یا اوڑھنی سے ڈھکا کرتی تھیں[1] مگر متمول اور شاہی گھرانے کی عورتیں ٹوپی بھی پہنا کرتی تھیں[2] جسم کے درمیانی حصے کے لئے کرتی[3]، چولی[4]، انگیا[5] یا سینہ بند ہوتا تھا اس کے ساتھ پشواز، جو مردوں کے جامہ کی طرح ہوتا تھا، بس یہ فرق تھا کہ یہ رنگین ململ کا ہوتا تھا اور ٹخنوں کے نیچے تک پہنا جاتا تھا، اس کے دونوں پلوؤں کو جگہ جگہ پر ڈوریوں سے باندھ دیا جاتا تھا[6]۔ شرفاء اور امراء کی عورتیں قبا بھی پہنتی تھیں، منوچی نے لکھا ہے کہ یہ سردیوں کا لباس تھا[7]

---

[1] سترھویں صدی کی عورتوں کے لباس کے لئے ملاحظہ ہو۔ ڈیلا ویلا پیٹرو۔ ج ۱۔ ص ۴۴-۴۶، اٹھارھویں صدی کی عورتوں کے لباس کے لئے، مثنوی سحرالبیان، نول کشور ۱۹۴۷ء ص ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۵۸، ۱۹۴، دریائے لطافت (فارسی) ص ۵۴، ۵۵۔ [2] MANDELSLO ALBERTS TRAVEL P. 50

[3] قانونِ اسلام (انگریزی) مثنوی سحرالبیان۔ ص ۵۵، ۱۵۷ [4] اس کی بناوٹ وضع قطع کے لئے۔ قانونِ اسلام ص ۸۷

[5] میرحسن دہلوی نے چولی کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ "در ہندوستان رسم است کہ برائے پوشیدن پستان اکثر زنان دامن بگریبان می کشند" تذکرۂ شعراء اردو۔ ص ۸۴، نیز مجموعۂ مثنویات میرحسن دہلوی، ص ۵۵، ۶۸، ۱۵۶

[6] قانونِ اسلام (انگریزی) ص ۸۷ مجموعۂ مثنویات میرحسن دہلوی۔ ص ۱۵۴۔

[7] برائے تفصیل۔ منوچی۔ ج ۲۔ ۳۴۱۔

قبا کے سامنے کے دونوں پلوؤں کو قیمتی اور بیش بہا پتھروں کے بٹنوں سے جوڑا جاتا تھا، نیمہ یا نیم آستین جاکٹ کی شکل کا لباس ہوتا تھا، اور جسم کے درمیانی حصے میں پہنا جاتا تھا، غالباً اس کی شکل موجودہ زمانے کے بلوز کی سی ہوگی۔ عورتوں کی شلواریں اور پائجامے[1] مردوں کی طرح ہوتے تھے لیکن ان کی نسبت زیادہ رنگین اور قدرے مختلف ہوتے تھے، منوچی کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں ساڑھی بھی پہننے لگی تھیں[2] دریائے لطافت اور دیوانِ فائز میں بھی ایسے اشارے ملتے ہیں کہ اس زمانے میں مسلمان عورتیں بھی ساڑھی پہننے لگی تھیں[3] لہنگا خادمائیں اور نچلے طبقے کی عورتیں پہنا کرتی تھیں[4]

پردے کی بہت سخت پابندی تھی، صرف اہلِ حرفہ اور نچلے طبقے کی مستورات پردہ نہیں کرتی تھیں ورنہ مسلمانوں کے تمام طبقوں میں پردہ بہت سختی سے رائج تھا، اور اس کا اثر بعض ہندو خاندانوں نے بھی قبول کر لیا تھا، عورتیں گھروں سے باہر بہت کم نکلتی تھیں، اگر باہر نکلنا ہی ہوتا تو صاحب استطاعت برقع[5] اور کم مقدرت کی عورتیں چادر استعمال کرتی تھیں۔

پاپوش یا جوتی عورتوں کے پیروں کا لباس ہوتا تھا۔ ہندوستان کی مسلمان عورتیں دستانے یا موزے کا استعمال نہیں کرتی تھیں، عورتوں کی جوتیاں بہت خوبصورت اور منقش ہوتی تھیں۔ جوتیوں کی تعریف میر حسن دہلوی نے یوں کی ہے :-

مغرق جواہر سے اک جفت کفش :: نہ وہ مفت پا بلکہ مفت کفش[6]

کبھی کبھی بادشاہِ وقت کی اجازت سے شہزادیاں سر پر پگڑیاں بھی باندھ لیا کرتی تھیں، لیکن

---

[1] مجموعۂ مثنویات میر حسن دہلوی۔

وہ پائجامے کا ایڑی تک ڈھلکنا :: مغرق کفش کا چلتے چمکنا۔ ص ۱۵۶

مغرق زری کا وہ شلوار بند :: ثریا سے تابندگی میں دوچند۔ ص ۶۸

[2] منوچی۔ ج ۲۔ ص ۳۴۱ [3] دریائے لطافت (فارسی) ص ۱۳۸، دیوان فائز۔ ص ۲۰۲

[4] مثنوی سحر البیان (نول کشور ۱۹۲۷ء) ص ۱۶۸، نیز ملاحظہ ہو قانونِ اسلام (انگریزی) ص XV

آئینِ اکبری (اردو ترجمہ) ج ۲۔ ص ۲۸۳ [5] برائے تفصیل۔ قانونِ اسلام۔ ص XVI [6] مثنوی سحر البیان ص ۱۳۳

صرف کسی جشن کے موقع پر[1] خادمائیں اور کنیزیں سر پر پگڑی اور کمر پر پٹکا باندھتی تھیں[2]
عورتیں موسموں کے لحاظ سے رنگین لباس زیب تن کرتی تھیں، بسنت کے زمانے میں زرد رنگ
کے کپڑے ہوتے تھے[3] چنانچہ میر نے کہا ہے :-

بسنتی قبا پر تری مرگیا ہے ؛ کفن میر کو دیجیو زعفرانی

رقاص زنانے لباس پہن کر محفلِ رقص و سرود میں اپنے کرتب دکھاتے تھے، یعنی دوپٹہ،
چولی، انگرکھا، شلوار اور مغرق اور مزیّن جوتیاں[4]

اٹھارہویں صدی کے خوبصورت اور حسین لونڈے زنانہ لباسوں کی طرف مائل نظر آتے ہیں
سودا نے ایک لونڈے کی اپنے والد سے خواہش کا یوں ذکر کیا ہے :

موٹے جامے سے مجھ کو ذوق نہیں ؛ چھوٹے چیرے کا دل کو شوق نہیں
پٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھوں ؛ موٹی شلوار تا کجا پہروں
جوتی چمڑے کی مجھ کو نہیں بھاتی ؛ سوکھ کر پاؤں میں نہیں آتی
نیمہ تن زیب کا بنا دو تم ؛ کئی محمودیاں دلا دو تم
تو میں جامہ بھی اس کا بنواؤں ؛ اونچی چولی کا تنگ سلواؤں
پٹکا بل دار تین تھان کا ہو ؛ تب کمر پتلی میری ہو جون ہو
چیرا میں تیس گز کا باندھوں گا ؛ سُرخ ہی باندھوں کا پہروں گا
ایک توڑا بھی دے تو منگوا کر ؛ پر کنارے میں اس کے سلوا کر
اور کم خواب ایک ہو پُر زر ؛ پھولے گلزار جس سے ٹانگوں پر
جفت پاپوش ایک ستارہ دار ؛ سُرخ بانات کا منقش کار[5]

---

[1] منوچی۔ ج ۲۔ ص ۳۴۱ ۔ [2] دیوان مصحفی (قلمی) ج ۶ ص ۵۴ ب نیز مثنوی سحرالبیان
ص ۱۳۴ [3] کلیاتِ انشاد۔ ص ۴۶ [4] دریائے لطافت (فارسی) ص ۵۳-۵۴
[5] کلیاتِ سودا۔ ص ۱۹۷ تا ۱۹۸۔

اسی زمانے میں گھاگھرا پہننے کا بھی رواج ہو چلا تھا۔[1]

مستورات کے لباس کے سلسلے میں میرؔ کے ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں :-

دوپٹہ | جلوۂ ماہ تہِ ابرِ تنک بھول گیا ؛ اُن نے سوتے میں دوپٹے سے جو منھ کو ڈھانکا

چولی | چولی جہاں سے مسکی پھر آنکھیں وہیں چپکیں ؛ جب پیرہنِ گل بھی اس چولی سے چس جاوے

گوندھ کے گویا پتی گل کی وہ ترکیب بنائی ہے ؛ رنگ بدن کا تب دیکھو جب چولی بھیگے پسینے میں

مونڈھے چلے ہیں چولی جیسی ہے مہری پھنسی ہے بند کے ؛ اس اوباش نے پہناوے کی ایسی نرالی نکالی طرح

تنگ چولی سو جگہ سے کسمساتے ہی چلی ؛ تنگ درزی سے کبھی ملتا نہیں وہ تنگ پوش

برقع | یہ چاند کے سے ٹکڑے چھپتے نہیں چھپائے ؛ ہر چند اپنے منھ کو برقع میں تم چھپاؤ

کاش کہ برقع رہے اس رخ پہ میرؔ ؛ منھ کھلے اُس کے چھپا جاتا ہے جی

سرکا ہے جب وہ برقع تب آپ سے گئے ہیں ؛ منھ کھولنے سے اس کے اب جی چھپا کرے ہے

پردے کے متعلق میرؔ کے شعر ملاحظہ ہوں :

کوئی بیگانہ گر نہیں موجود ؛ منھ چھپانا یہ کیا ہے پھر ہم سے

وجہ پردے کی پوچھیے ورنہ ؛ ملیے اس کے کسو جو محرم سے

ہم سے تکلف اُس کا چلا جائے ہے وہی ؛ کل راہ میں ملا تھا سو منھ ڈھانپ کر چلا

عورتوں کے زیورات و جواہرات | ہندوستانی عورتیں ہمیشہ سے مختلف بیش بہا سونے اور چاندی کے زیورات سے سنگار کرتی چلی آرہی ہیں۔[2] ابوالفضل نے عہدِ اکبری کے ۳۷ زیورات کا ذکر کیا ہے۔[3] جہانگیر بادشاہ کے عہد میں ایک زیور "جہانگیری" کے نام سے ایجاد ہوا۔[4] اٹھارھویں صدی میں

---

[1] برائے تفصیل ملاحظہ ہو: THE COSTUMES AND TEXTILES OF INDIA P.P. 37-38

[2] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ برنیئر۔ ص ۲۲۴، منوچی۔ ج ۳۔ ص ۴۰، اوونگٹن۔ ص ۳۲۰ - آئینِ اکبری (اردو ترجمہ) ج ۲۔ ص ۲۸۳ تا ۳۸۶ - [3] برائے تفصیل، آئینِ اکبری (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۲۸۲-۲۸۶

[4] برائے تفصیل INDIAN JEWELLERY ORNAWEUTS EHE P. 78

۱۴۵ قسم کے زیورات کے نام ملتے ہیں جو عورتیں زیب و زینت کے لئے پہنتی تھیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ٹیکا۔ مانگ ٹیکا، کرن پھول، فیروزی، جھمکا، چمپا کلی، دولڑی، پنج لڑا، کان کا موتی لونگ، بُلاق، نتھ، دولڑی، طوق، زنجیر، تعویذ، گلوبند، دھکدھکی، حمائل، چندن ہار، بازوبند نورتن، کڑا، چھڑا، چھڑنی، پوڑیاں، پہچیاں، دست بند، جوشن، گوکھرو، کنگن، توڑا، انگوٹھی آرسی، چھلّا، بدھی کمر، ہیکل کمر، توڑے، کڑے، پائے زیب، لچھّے، بیجن وغیرہ[1]

میر کے کلام میں ذیل کے زیورات کا ذکر ملتا ہے:۔

آرسی
دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا ؛ خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا
ابر سا روتا جو میں نکلا تو بولا طنز سے ؛ آرسی جا دیکھ گھر بر سے ہے منھ پُر نور کیا
داغ محجوبی ہوں اس کا میں کہ میرے روبرو ؛ عکس اپنا آرسی میں دیکھ کر شرما گیا

ہار
ہار کر شب گلے پڑے اس کے ؛ ہم بھی پھولوں کے ہار کے مانند
تیری چھاتی سے لگنا ہار کا اچھا نہیں لگتا ؛ مبادا اس وجہ سے گل رو گلے کا ہار عاشق ہو

[1] ان زیورات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، فرہنگ زیورات۔ از سید محمد، اس کا ایک قلمی نسخہ انجمن ترقی اُردو علی گڈھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(باقی)